تابعین عظام اور تفسیر واصول تفسیر

حافظ عبداللہ *

صحابہ کرامؓ کے مقدس طبقہ کے بعد کلام اللہ اور احادیث نبویہؐ دونوں میں جس طبقہ کے فضائل و امتیازات بتائے گئے ہیں وہ سعادت مند وخوش بخت طبقہ تابعین کرام کا ہے جس کو صحابہ کرامؓ کی صحبت و رفاقت حاصل ہوئی۔ قرآن کریم میں مہاجرین وانصار کے ساتھ انہیں بھی رضوانِ الٰہی کی دولت سے سرفراز فرمایا گیا۔ ارشاد ہے:

﴿ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ ﴾(۱)

''جن لوگوں نے (ایمان میں) سبقت کی، مہاجرین میں سے اور انصار میں سے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ اُس نے اُن کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔''

اس آیت میں ''اتباع بالاحسان'' کا مصداق تابعین کرام ہی کا گروہ ہے جس نے صحابہ کرامؓ کی زندگی کو بطور سند تسلیم کیا اور علم وعمل میں ان کی اتباع اختیار کی۔ اس لیے عرف عام میں ان کا لقب تابعی رکھا گیا۔

علامہ ابن الصلاح تابعی کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال الخطيب الحافظ؛ التابعي من صحب الصحابي۔ قلت؛ و مطلقه مخصوص بالتابعي بإحسان و يقال للواحد منهم: تابع و تابعي۔ و كلام الحاكم أبي عبدالله وغيره مشعر بأنه يكفي فيه أن يسمع من الصحابي أو يلقاه و إن لم توجد الصحبة العرفية۔"(۲)

خطیب نے کہا تابعی وہ ہے جسے صحابی کی صحبت حاصل ہو۔ میں (ابن الصلاح) کہتا ہوں کہ مطلق تابعی کا لفظ اتباع بالاحسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کا واحد تابع یا تابعی ہے۔ حاکم ابوعبداللہ وغیرہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک صحابی سے سماع اور لقاء کافی ہے اگرچہ عرفی صحبت حاصل نہ ہوئی ہو۔

احادیث میں اس گروہ کا تعارف واضح الفاظ میں ہے اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ اس گروہ کو بھی خیر کے لقب سے سرفراز فرمایا گیا ہے:

"عن عبدالله عن النبی ﷺ قال خير الناس قرنی ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم......"(۳)

''عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں، پھر وہ جو اُن کے بعد ہیں، پھر وہ جو اُن کے بعد۔''

دوسری حدیث کے الفاظ ہیں:

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

"عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ خير امتی القرن الذين بعثت فيهم ثم الذين يلونهم......"(۴)

''ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جن میں میری بعثت ہوئی، پھر وہ جو اُن کے بعد آئیں گے۔''

عمران بن حصینؓ کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

"ان رسول الله ﷺ قال إن خير كم قرنی ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم......"(۵)

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تم سے بہترین میرے زمانہ (کے لوگ) ہیں پھر جو اُن کے بعد ہیں پھر وہ جو اُن کے بعد میں ہیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

"عن عائشة قالت سأل رجل النبی ﷺ ای الناس خير قال القرن الذی انا فيه ثم الثانی ثم الثالث۔"(۶)

''حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کون سے لوگ بہتر ہیں، فرمایا اس زمانہ کے لوگ جس میں موجود ہوں (اُس کے بعد) پھر دوسرے (زمانہ کے لوگ) پھر تیسرے (زمانہ کے لوگ)۔''

ان احادیث میں صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور اتباع تابعین تینوں گروہوں کو ''خیر'' کے لقب سے ملقب فرمایا گیا ہے یہ لقب بارگاہِ نبوی سے ان طبقات کے لیے بہت بڑی سند ہے۔

یہ تینوں طبقات اپنے زمانے کے لیے باعث خیر و برکت تھے اور ان ہی کی برکت سے مسلمانوں کو روحانی اور مادی فتوحات حاصل ہوتی تھیں۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں نے یہ حدیث روایت کی ہے۔امام بخاری کے الفاظ ہیں:

"قال قال رسول الله ﷺ يأتی على الناس زمان فيغزو فئام من الناس، فيقولون فيكم من صاحب رسول الله ﷺ؟ فيقولون نعم، فيفتح لهم، ثم يأتی على الناس زمان فيغزو فئام من الناس، فيقال هل فيكم من صاحب اصحاب رسول الله ﷺ؟ فيقولون نعم، فيفتح لهم، ثم يأتی على الناس زمان فيغزو فئام من الناس، فيقال هل فيكم من صاحب من صاحب اصحاب رسول الله ﷺ فيقولون نعم فيفتح لهم۔(۷)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا، لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی، پس وہ کہیں گے کیا تم میں کوئی اللہ کے رسول کے صحابی موجود ہیں؟ تو وہ کہیں گے ہاں تو (ان کی برکت سے) ان کے لیے فتح ہوگی۔ پھر لوگوں کا زمانہ آئے گا، لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جائے گا کہ کیا تم میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کے ساتھی موجود ہیں؟ تو وہ کہیں گے ہاں (موجود ہیں) پس (ان کی برکت سے) انہیں فتح حاصل ہوگی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک

جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا، کیا تم میں اصحاب رسول کے ساتھیوں کا کوئی ساتھی موجود ہے تو وہ کہیں گے ہاں، تو ان کی برکت سے (انہیں) فتح حاصل ہوگی۔''

ایمانی قوت، دینی حمیت، اخلاقی پاکیزگی اور علمی رسوخ کے اعتبار سے صحابہؓ کی مقدس جماعت کے بعد تابعین عظام ہی کا گروہ ہے جسے تاریخ اسلام میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس مقدس گروہ نے براہ راست صحابہ کرام سے قرآن کریم اور تعلیمات نبویہ کا علم حاصل کیا اور ان کی صحبت و معیت میں اخلاق و عمل کی پاکیزگی سے آراستہ ہوئے۔ اس طرح یہ گروہ اصحاب رسول ﷺ کا نہ صرف علم میں وارث ہوا بلکہ عمل میں بھی ان کا عکس و پرتو تھا۔

جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا، اسلام حجاز سے نکل کر دور دراز کے شہروں اور علاقوں میں پھیلنا شروع ہوا اور دیگر اقوام و ملل اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر حلقہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئیں تو صحابہ کرام، جو علوم اسلامیہ کے سرچشمہ تھے، کی بھی ایک بڑی تعداد نے مدینہ منورہ جو مرکز اسلام تھا، سے نکل کر دیگر بلاد و امصار میں رہائش اختیار کرنا شروع کی۔ صحابہ کرام کا یہ قیام جہاں نئے مفتوحہ علاقوں کے انتظام و انصرام کے لیے ضروری تھا وہاں دوسری طرف ان علاقوں کے باشندوں کو اسلام سے متعارف کروانے اور جو لوگ اسلام قبول کر لیں ان کو قرآن و حدیث کی تعلیم دینے اور ان کی تربیت و تزکیہ کے لیے بھی ضروری تھا لہذا جہاں جہاں صحابہ کرام پہنچے، ان کے تلامذہ جو تابعین کہلاتے ہیں، ان سے استفادہ کرتے۔

محمود النقراشی السید علی لکھتے ہیں:

"ومن المعلوم أن الصحابة لم يستقروا جميعا في بلد واحد بل تفرقوا الى الأمصار موزعين على جميعها ولقد حملوا معهم الى هذه الامصار التي رحلوا اليها ماوعوه من العلم مما حفظوه عن رسول الله ﷺ فجلس اليهم كثير من التابعين - في هذه الأمصار - يأخذون العلم عنهم و ينقلونه لمن بعدهم فقامت في هذه الأمصار المختلفه مدارس علمية۔ على يد الصحابة تتلمذ فيها كثير من التابعين۔"(۸)

''اور یہ ایک حقیقت ہے کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب ایک ہی شہر میں مقیم نہیں رہے بلکہ مختلف علاقوں میں بکھر گئے اور تمام (بلادِ اسلامیہ) تک پہنچے اور ان کے ساتھ ان علاقوں میں جہاں جہاں انہوں نے سفر کیا، ان کے ساتھ وہ عظیم علمی سرمایہ بھی پہنچا جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے محفوظ کیا اور ان شہروں میں تابعین کی کثیر تعداد نے ان کی مجالست اختیار کی۔ انہوں (تابعین) نے ان (صحابہ کرامؓ) سے علم اخذ کیا اور بعد میں آنے والوں کو نقل کیا۔ پس ان علاقوں میں صحابہ کرام کے ہاتھوں مختلف حلقہ ہائے علم قائم ہوگئے اور تابعین کی کثیر تعداد نے تلمذ کا شرف حاصل کیا۔''

یوں تو صحابہ کرامؓ جہاں پہنچے وہاں علمی مراکز قائم ہوئے اور قرآن و حدیث کا چرچا شروع ہوگیا اور علوم دینیہ کے تعلیم و تعلم کا ایک طویل سلسلہ جاری ہوگیا لیکن تین تفسیری مکاتب نے زیادہ شہرت حاصل کی۔ ان میں مکۃ المکرّمہ کا تفسیری مکتب جس میں مرکزی حیثیت حضرت ابن عباسؓ کو حاصل تھی اور مدینہ کا تفسیری مکتب جس میں مرکزی

شخصیت ابی بن کعبؓ کی تھی اور کوفہ کا تفسیری مکتب جس کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رکھی۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"واما التفسیر فان أعلم الناس به أهل مکة لأنهم أصحاب ابن عباس، کمجاهد، و عطاء بن أبی رباح، و عکرمة مولیٰ ابن عباس و غیرهم، من أصحاب ابن عباس کطاوس و أبی الشعثاء و سعید بن جبیر و أمثالهم، و کذلك أهل الکوفة من أصحاب ابن مسعود، و من ذلك ما تمیزوا به علی غیر هم۔ و علماء أهل المدینة فی التفسیر مثل زید بن أسلم الذی أخذ عنه مالك التفسیر، و أخذه عنه أیضا ابنه عبدالرحمن و عبدالله بن وهب۔ "(۹)

''جہاں تک تفسیر کا تعلق ہے تو لوگوں میں اس کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے لوگوں میں اہل مکہ ہیں کیونکہ وہ ابن عباسؓ کے اصحاب ہیں جیسے مجاہد اور عطاء بن ابی رباح، عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔ اسی طرح ابن عباس کے شاگردوں کے شاگرد جن میں طاؤس، ابی شعثا، سعید بن جبیر اور دیگر شامل ہیں۔ اسی طرح اہل کوفہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب ہیں جنہیں دوسروں پر (تفسیر میں) امتیازی مقام حاصل ہوا۔ تفسیر میں علماء اہل مدینہ میں زید بن اسلم ہیں جن سے امام مالک، ان کے بیٹے عبدالرحمان اور عبداللہ بن وہب نے علم تفسیر حاصل کیا۔''

صحابہ کرام کے بعد قرآن کریم کی تفسیر وتشریح اور تبیین وتعلیم کے اہم اور نازک کام کا بیڑہ صحابہ کرام کے انہی لائق اور قابل فخر تلامذہ نے اٹھایا۔ جنہوں نے اپنے اساتذہ۔ صحابہ کرامؓ۔ سے حاصل کردہ علم تفسیر کو نہ صرف پھیلایا بلکہ ان کی تفسیری منہج کو اختیار کر کے علم تفسیر کو آگے بڑھایا۔ اور یہ واضح ہے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے تمام آیات کی تفسیر منقول نہیں ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے انہی آیات کی تفسیر فرمائی جو ان کے دور کے لوگوں کے لیے مشکل اور دقیق تھی یا اس کے اندر غموض پایا جاتا تھا اور ان کا دور چونکہ نزولِ قرآن کا دور تھا اس لیے ایسی آیات کی تعداد نسبتاً کم تھی اور تابعین کے دور میں لوگوں کے لیے زمانہ نزول قرآن سے دوری اور بعد کی وجہ سے غموض اور اشکال میں اضافہ ہو گیا اور تابعین نے صحابہ کرامؓ کی منہج تفسیر اختیار کر کے اس کو دور کیا اور اس طرح تفسیر کے ذخیرہ میں بیش بہا اضافہ کیا۔ دکتور محمد حسین الذہبی تحریر فرماتے ہیں:

"أن ما نقل عن الرسول ﷺ و عن الصحابة من التفسیر لم یتناول جمیع آیات القرآن، و انما فسروا ما غمض فهمه علی معاصریهم، ثم تزاید هذا الغموض - علی تدرج - کلها بعد الناس عن عصر النبی ﷺ و الصحابة، فاحتاج المشتغلون بالتفسیر من التابعین الی أن یکملوا بعض هذا النقص، فزادوا فی التفسیر بمقدار مازاد من غموض، ثم جاء من بعدهم فأتموا تفسیر القرآن تباعا، معتمدین علی ماعرفوه من لغة العرب و مناحیهم فی القول، و علی ماصح لدیهم من الأحداث التی حدثت فی عصر نزول القرآن، و غیر هذا من أدوات الفهم و وسائل البحث۔ "(۱۰)

''رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے منقول تفسیر قرآن کی تمام آیات پر مشتمل نہیں ہے۔ انہوں نے صرف اس کی ہی تفسیر کی جس میں ان کے ہم عصروں کے لیے فہم کے لحاظ سے غموض تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ اور

صحابہ کے زمانہ کے بعد اس غموض میں درجہ بدرجہ اضافہ ہوتا گیا۔ تابعین میں سے جنہیں علم تفسیر میں اشتغال تھا، نے اس کی طرف توجہ کی تاکہ (تفسیر کی) اس کمی کو پورا کیا جاسکے۔ چنانچہ غموض کی زیادتی کے سبب تفسیر (کے ذخیرہ) میں بھی اضافہ ہوگیا۔ پھر ان کے بعد جو لوگ آئے انہوں نے (ان کی) اتباع میں تفسیر قرآن کو مکمل کر دیا۔ انہوں نے اس سلسلے میں اہل عرب کی لغت اور ان کے اسالیب، نزول قرآن کے زمانہ کے صحیح واقعات کے علم اور فہم و تحقیق کے دیگر طریقوں پر اعتماد کیا۔

تابعین نے بھی تفسیر قرآن کریم میں انہی مصادر اور ذرائع پر اعتماد کیا جو صحابہ کرام کے تھے۔ اس دور میں مستقل مصدر کی حیثیت سے جس کا اضافہ ہوا وہ ''اقوال صحابہ'' ہیں۔ تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث والسنۃ کے بعد انہی اقوال کو حجت اور سند حاصل تھی۔ جہاں تک اہل کتاب اور ان کی کتب مقدسہ سے اخذ و قبول کا تعلق ہے اگرچہ اس کا آغاز بھی صحابہ کرام سے ہو چکا تھا کیونکہ قرآنی قصص و اخبار کا ایک حصہ توراۃ اور انجیل میں بھی بیان ہوا ہے فرق یہ ہے کہ قرآن میں قصص و اخبار کی جزئیات کا ذکر نہیں بلکہ جس حد تک موعظت اور نصیحت و عبرت کے لیے ضروری تھا اتنا ہی بیان کیا گیا جب کہ اہل کتاب کے ہاں واقعات و قصص کی جزئیات بھی ملتی ہیں اور نبی کریم ﷺ نے بعض شرائط کے ساتھ ان سے اخذ و قبول کی اجازت فرمائی تھی اس لیے صحابہ کرام اہل کتاب سے قرآنی قصص و اخبار کی تفصیلات اخذ کرتے اور احتیاط کے ساتھ روایت فرماتے۔ دور تابعین میں اس مصدر میں وسعت پیدا ہوئی کیونکہ اہل کتاب کی ایک کثیر تعداد نے اسلام قبول کیا اور اپنے ساتھ اسرائیلی روایات کا ذخیرہ بھی لے کر آئی۔ لہٰذا عصر تابعین میں اسرائیلی روایات کی تفسیر قرآن میں ہمیں کثرت نظر آتی ہے جو عہد صحابہؓ میں نہیں تھی۔ اسی طرح اگر احادیث رسول اللہ ﷺ اور اقوال صحابہؓ میں تابعین کو تفسیر نہ ملتی تو وہ رائے اور اجتہاد سے بھی تفسیر فرماتے اور ان کے بکثرت اقوال اس پر شاہد ہیں۔ دکتور محمد حسین ذہبی تحریر فرماتے ہیں:

"وقد اعتمد هؤلاء المفسرون فی فهمهم لکتاب الله تعالیٰ علی ماجاء فی الکتاب نفسه و علی مارووه عن الصحابة عن رسول الله ﷺ و علی مارووه عن الصحابة من تفسیرهم أنفسهم ، و علی ماأخذوه م أهل الکتاب مما جاء فی کتبهم ، و علی ما یفتح الله به علیهم من طریق الاجتهاد والنظر فی کتاب الله تعالیٰ۔ وقد روت لنا کتب التفسیر کثیرا من أقوال هؤلاء التابعین فی التفسیر، قالو ها بطریق الرأی والاجتهاد، و لم یصل الی علمهم شیء فیها عن رسول الله ﷺ أو عن أحد من الصحابة۔"(۱۱)

''ان مفسرین نے کتاب اللہ کے فہم کے لیے کتاب اللہ نے جو خود بیان کیا ہے اس پر، اور جو کچھ صحابہؓ نے (تفسیر کے باب میں) رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا اس پر اور جو خود انہوں نے صحابہ سے ان کے تفسیری اقوال روایت کیے ان پر اور انہوں نے جو اہل کتاب سے جو انکی کتابوں میں منقول ہے اخذ کیا اس پر، اور کتاب اللہ سے اجتہاد و استنباط کے ذریعے اللہ جل وشانہٗ نے جو ان پر کھولا ہے، اس پر اعتماد

کیا۔اور ہم تک تفسیر کے باب میں ان تابعین کے بہت سے اقوال کتب تفسیر کے ذریعے منقول ہوئے ہیں جو کہ انہوں نے اجتہاد ورائے کے طریقے سے بیان کیے۔(انہوں نے اپنے اجتهاد سے ان آیات کی شرح کی) جن کے بارے میں ان کے علم میں رسول اللہ ﷺ یا صحابہ سے کوئی چیز نہیں پہنچی۔''

تابعین کے اقوال تفسیر میں حجت ہیں یا نہیں۔اس مسئلہ میں علماء کی مختلف آراء ہیں علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنے رسالہ ''مقدمۃ فی اصول التفسیر'' میں بہترین محاکمہ کرنے کے بعد آخر میں خلاصہ ان الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:

"وقال شعبة بن الحجاج وغيره، اقوال التابعين فى الفروع ليست حجة، فكيف تكون حجة فى التفسير، يعنى أنهالا تكون حجة على غير هم عن خالفهم۔ وهذا صحيح، أما إذا اجتمعوا على الشى ء فلا يرتاب فى كونه حجة ، فان اختلفوا فلا يكون قول بعضهم حجة على بعض ولا على من بعدهم ، و يرجع فى ذلك الى لغة القرآن أو عموم لغة العرب أو اقوال الصحابة فى ذلك۔ "(١٢)

''شعبہ بن حجاج وغیرہ نے کہا ہے کہ جب فروعات میں اقوال تابعین حجت نہیں ہیں تو تفسیر کے معاملے میں حجت کیسے ہوسکتے ہیں، یعنی (اس سے مراد یہ ہے کہ) ان کے اقوال جنہوں نے ان سے اختلاف کیا ہے، ان پر حجت نہیں ہے اور یہ درست بات ہے، البتہ جب وہ (تابعین) کسی بات پر متفق ہوں تو اس کے حجت ہونے میں کوئی شک نہیں۔اگر ان کا اختلاف ہو تو ایک کا قول دوسرے پر حجت نہیں ہوسکتا اور نہ ہی بعد میں آنے والوں پر حجت ہوگا تو اس وقت اس معاملہ میں قرآنی لغت، عمومی لغت عرب اور اقوال صحابہ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔''

حاصل بحث یہ ہے کہ تابعین کرام وہ خوش بخت طبقہ ہے جو ''اتباع بالاحسان'' کا مصداق ہونے کی وجہ سے رضوان الٰہی سے سرفراز ہوا اور لسان نبوت سے ''خیر'' کے لقب سے ملقب ہوا صحابہ کرامؓ کی صحبت و رفاقت میں رہ کر جنہوں نے وہی ذوق اور وہی رنگ علم اور عمل دونوں میں اختیار کیا۔صحابہ کرامؓ سے براہ راست علوم وحی حاصل کیے اور ان کے تلمذ کے شرف سے مشرف ہوئے۔اصحاب رسول اللہ ﷺ سے نہ صرف قرآن کریم کی تفسیر وتشریح اور تبیین و تفہیم کے میدان میں مستفید ہوئے بلکہ انہی کی تفسیری منہج اور ان کے سکھائے ہوئے استنباط و استخراج کے قواعد و اصول کو اختیار کرکے تفسیر قرآن کریم کے ذخیرہ میں بیش بہا اضافہ فرمایا۔

اگرچہ صحابہ کرامؓ کی طرح تابعین عظام نے بھی تفسیر اور اس کے اصول وقواعد کو باقاعدہ نہ تو مرتب و مدوّن کیا نہ ہی تفسیر کے دوران اصول وقواعد کی باقاعدہ وضاحت فرمائی۔صحابہ کرام کے براہ راست تلمذ و تعلم اور صحبت و معیت نے انہیں اس سے مستغنی کردیا تھا۔

مگر جب دور تدوین میں تفسیر کے اصول وقواعد مدون کیے گئے تو جہاں صحابہ کرام کی تفسیری منہج سے راہنمائی حاصل کی گئی وہاں تابعین عظام کے تفسیری اقوال سے بھی مدد لی گئی اور صحابہ کرام کا بھی تفسیری منہج تابعین کے توسط سے علماء امت اور خصوصاً مجتہدین تک پہنچا۔

حواشی وحوالہ جات

۱- القرآن: ۹/۱۰۰

۲- ابن الصلاح، ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن، علوم الحدیث (مقدمہ ابن الصلاح)، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ص: ۲۴۹، طبع ثانی، ۱۴۲۰ھ۔

۳- نیشاپوری، مسلم بن حجاج، صحیح، دارالفکر، بیروت، ۴(vii)/ ۱۸۵، (س-ن-)

۴- ایضاً۔

۵- ایضاً، ۴(vii)/ ۱۸۵-۱۸۶۔

۶- ایضاً۔

۷- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، مکتبہ النهضۃ الحدیثۃ، مکہ مکرمہ، باب فضائل اصحاب النبی، ۱۳۷۶ء ۳(v)/۳۔

۸- نقراشی، محمود، سید علی، مناهج المفسرین من العصر الاول الی العصر الحدیث، مکتبہ النهضۃ، طبع اول، ۱۹۸۶ء۔

۹- ابن تیمیہ، تقی الدین، مقدمۃ فی أصول التفسیر، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، (س-ن) ص ۲۳-۲۴۔

۱۰- ذھبی، ڈاکٹر محمد حسین، التفسیر والمفسرون، داراحیا التراث العربی، بیروت، ج: ۱، س-ن-ص: ۱۰۰۔

۱۱- ایضاً۔

۱۲- مقدمہ فی اصول التفسیر، ص: ۵۰۔